جناب آغا صادق

ماضی حال و مستقبل

اے مسلمان کہاں سو گئی تقدیر تری!　　آج کیوں مائلِ تخریب ہے تعمیر تری!
زنگ میں ڈوب گئی تیغِ جہانگیر تری؟　　دیکھ پہچان یہ تصویر ہے تصویر تری؟
کس کی تقلید کا جذبہ تجھے اکساتا ہے
آئینہ دیکھ تو منہ کس کا نظر آتا ہے

اک زمانہ تھا کہ خادم تھا زمانہ تیرا　　رُبع مسکوں پہ پرافشاں تھا پھریرا تیرا
مانتے تھے جبل و دشت بھی لوہا تیرا　　یاد ہے مشرق و مغرب پہ تھا قبضا تیرا
تیرے ماضی کی جو روداد میں دُہراتا ہوں
آہ سی بھر کے جگر تھام کے رہ جاتا ہوں

چھا گیا دہر پہ تو رحمتِ یزداں کی طرح　　ایک عالم ترا فیض تھا باراں کی طرح
بزمِ آفاق میں تھا شمعِ فروزاں کی طرح　　تجھ کو تکتا تھا جہاں دیدۂ حیراں کی طرح
تیرے احساں سے گراں بار تھی ساری دُنیا
رہنمائی کی طلب گار تھی ساری دُنیا

آج اغیار کا ممنون ہوا جاتا ہے　　ان کی ہر بات پہ مفتون ہوا جاتا ہے
شرم و غیرت کا یہاں خون ہوا جاتا ہے　　محو، اسلام کا قانون ہوا جاتا ہے
بن گیا ہے ترے چلنے کا سہارا یورپ!
سانس لیتا نہیں جب تک نہ دے فتویٰ یورپ

گونجتی ہے ترے کانوں میں صدا غیروں کی		ساز تیرا ہے مگر اس میں نوا غیروں کی
حیف یہ حُسن ترا اور ادا غیروں کی		تیری دنیا پہ مسلط ہے فضا غیروں کی
وضع اپنی ہے نہ دنیا ہے نہ دیں اپنا ہے
تیرے پہلو میں تو اب دل بھی نہیں اپنا ہے

پھر بہ مغرب کی اداؤں کا اڑایا تو نے!		اپنی تہذیب و تمدن کو مٹایا تو نے
اپنے کردار پہ اپنوں کو رُلایا تو نے!		اپنے اخلاق پہ غیروں کو ہنسایا تو نے
نئی تہذیب کی دہلیز پہ سر کس کا ہے؟
دیکھ دم توڑ رہا آج ہنر کس کا ہے؟

سرد وہ عشق کے بازار نظر آتے ہیں		لفظ مہمل رسن و دار نظر آتے ہیں
مومن اب بندۂ کفار نظر آتے ہیں		اور اسلام سے بیزار نظر آتے ہیں
ہیں کہیں رنگ و نسب اور کہیں نام پہ فخر!
کوئی ایسا بھی ہے کرتا ہو جو اسلام پہ فخر؟

تجھ کو معلوم نہیں شانِ مسلماں کیا ہے		رازِ توحید ہے کیا قوت ایماں کیا ہے
حیدری فقر کے ہوتے ہوئے ساماں کیا ہے		خود مسلماں ہے کیا مطلب قرآں کیا ہے
دینِ فطرت کے مطابق تری سیرت ہی نہیں
سچ تو یہ ہے تجھے اسلام سے نسبت ہی نہیں

تجھ کو اللہ نے اسلام سا دیں بخشا ہے		زندگی کا یہی آئینِ متیں بخشا ہے
تخت بخشا ہے تجھے تاجِ نگیں بخشا ہے		تجھ کو بخشا ہے جو اوروں کو نہیں بخشا ہے
کافرانہ روِشِ و راہ کو اپناتا ہے!
کہیں خورشید بھی ذرّوں سے جلایا تا ہے!

اہلِ مغرب کا دیا آج بجھا ہے کہ نہیں اپنی ہی آگ سے گھر بار جلا ہے کہ نہیں ؟
اپنے ہی دام میں صیّاد پھنسا ہے کہ نہیں اپنے خنجر سے گلا کاٹ لیا ہے کہ نہیں ؟
پھر بھی تو ان کے تمدن پہ مٹا جاتا ہے
اور اسلام کے آئین سے شرماتا ہے

ہوگئیں وقت سے پامال وہ راہیں آخر لب پہ سائنس کے بھی آگئیں آہیں آخر
تابکے عقل کے دستور نباہیں آخر! جم گئیں مذہب فطرت پہ نگاہیں آخر
جستجو پھر انہیں اللہ کے پیغام کی ہے
آج دُنیا کو ضرورت ہے تو اسلام کی ہے

پہلے آپ اپنی نگاہوں پہ نمایاں ہوجا پھر زمانے کے اندھیروں میں فروزاں ہوجا
پیروِ دینِ متیں عاملِ قرآں ہوجا مختصر کیوں نہ یہ کہدوں کہ مسلماں ہوجا
چھوڑ دے رسم و رہِ مغرب گمراہ کا رنگ
تیرے چہرے سے جھلکنے لگے اللہ کا رنگ

گردشِ چرخ جفا کار کا شکوا کب تک ماتم شومئے سختِ ستم آرا کب تک
دوسروں کا کوئی بنتا ہے سہارا کب تک حال کے دوش پہ ماضی کا جنازا کب تک
خُمِ ایّام میں کیف مئے باقی بن جا
تشنہ لب آج زمانہ ہے تو ساقی بن جا

تو بدل جائے تو دُنیا کو بدل سکتا ہے ظلم و عُدواں کے درندوں کو کُچل سکتا ہے
فتنہ، شر، سرِ آفاق سے ٹل سکتا ہے ڈگمگاتا ہوا انسان سنبھل سکتا ہے
تیری آواز پھر آوازِ خدا ہو جائے!
کاروانوں کے لیے بانگِ درا ہو جائے!